عبدالستار گوندل

نظامِ زکوٰۃ فوائد و برکات

صدر جنرل محمد ضیاء الحق نے ۲۰ جون کو نماز جمعہ کے بعد اسلام آباد کی مرکزی جامع مسجد میں زکوٰۃ اور عشر کے نفاذ کا ایک تاریخی اعلان کیا ہے۔ جس کے مطابق ہر صاحبِ نصاب مسلمان سے ۲½ فی صد شرح کے حساب سے لازمی طور پر زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔ صدر نے اپنی تقریر میں یہ واضح کیا ہے کہ زکوٰۃ کے نفاذ کے ساتھ ہی دولت ٹیکس ختم کر دیا گیا ہے۔

زکوٰۃ اور عشر کا نفاذ اسلامی نظام کے قیام کی طرف پیش رفت اور ایک مبارک قدم ہے۔ بشرطیکہ اس پر ایک مذہبی فریضہ سمجھتے ہوئے عمل کیا جائے نہ کہ بطور ٹیکس۔ کیونکہ اگر ہم بطور ٹیکس اس کو نافذ کریں گے۔ یا اس پر عمل کریں گے۔ تو ہمیں وہ فوائد و برکات حاصل نہیں ہونگے۔ جو قرآن وسنت میں بیان کیے گئے ہیں۔ زکوٰۃ اور عشر کے نفاذ کے حوالہ سے ہمارا مقصد اب اس کے فوائد و برکات پر تبصرہ کرنا ہے۔

نظامِ زکوٰۃ میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ وہ دولت کو کسی فردِ واحد کے پاس جمع نہیں ہونے دیتا اور نہ کسی کو دولت پہ سانپ بن کر بیٹھنے دیتا ہے۔ بلکہ گردش زر کے عمل کو جاری رکھتا ہے۔ اگر کسی ملک میں گردش زر جاری رہتی ہو۔ اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کے درمیان روپیہ چالو رہتا ہو۔ تو وہ ملک خوش حال ہو جاتا ہے اور جس ملک میں روپے کی گردش کم ہو جائے یا بعض لوگ روپے کو اپنے پاس محفوظ کرلیں اور روپے کا چلن صرف چند آدمیوں میں مخصوص ہو جائے وہاں کساد بازاری ہو جاتی ہے۔ اور عوام مفلس اور قلاش ہو جاتے ہیں۔

دنیا میں کئی معاشی نظام رائج ہیں۔ ان میں سرمایہ داری اور اشتراکی نظام زیادہ ملکوں میں جاری ہیں۔ لیکن دنیا کا کوئی معاشی نظام بھی انسان کو امن اور راحت کی زندگی مہیا نہیں کر سکا۔ عوام کو طرح طرح کی دشواریوں سے سابقہ پڑتا ہے۔ کہیں گردش زر چند افراد تک محدود ہو جاتی ہے

یعنی ارتکاز زر ہو جاتا ہے اور عوام تباہ و برباد ہونے لگتے ہیں۔ کہیں عوام کو لباس اور خوراک جیسی معمولی سہولتیں تو مل جاتی ہیں لیکن انہیں اس کی بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑتی ہے۔ وہ قیمت یہ ہے کہ بعض ملکوں میں انسان کی معمولی آزادی تک سلب ہو کر رہ جاتی ہے۔ ان دشواریوں کا اصل سبب یہ ہے کہ ان نظاموں میں اخلاقی ضابطوں کا لحاظ نہیں رکھا جاتا۔ اسلام اور صرف اسلام ہی وہ ضابطہ حیات ہے، جس میں کسی کا جائز حق غصب نہیں ہوتا اور حلال و حرام کا امتیاز باقی رکھا جاتا ہے۔ اسلام کے معاشی نظام کی بنیاد عدل و انصاف اور احکامات ربانی کی پابندی ہے۔

اور اسلام وہ واحد دین ہے جو روحانی اور مادی دونوں پہلوؤں سے انسان کی ترقی کا خواہش مند ہے۔ قرآن معاشی جد و جہد کی ترغیب دیتا ہے اور مادی وسائل سے کام لینے پر اصرار کرتا ہے خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں۔

فاذا قضیت الصلوٰۃ فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللہ (القرآن)

کہ جب نماز پوری ہو جائے تو زمین پر پھیل جاؤ اور اللہ کے فضل سے رزق تلاش کرو۔

یہ آیت قرآنی انسان کو مادی وسائل سے کام لینے کا درس دیتی ہے۔

مادی وسائل سے کام لینے کے لیے ضروری شرط یہ ہے کہ انسان رزق حلال کمائے اسے چاہیئے کہ اخلاقی قوانین کی خلاف ورزی نہ کرے۔ ورنہ اس کی کمائی ہوئی دولت حرام کی کمائی کہلائے گی۔ جائز اور ناجائز کا یہ فرق قرآن حکیم میں وضاحت کے ساتھ بیان ہوا ہے اور اسلام کے معاشی نظام میں اس کی مرکزی حیثیت ہے۔ جیسا کہ خداوند تعالیٰ فرماتے ہیں۔

یاایھا الذین آمنوا لا تاکلوا اموالکم بینکم بالباطل۔ (القرآن)

اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کا مال ناروا طریقوں سے نہ کھایا کرو۔

حلال و حرام کا یہ امتیاز ہی انسان کو انسان بناتا ہے، معاشی نظام کی عمارت اس بنیادی تصور پر قائم ہے کہ ساری کائنات خدا نے پیدا کی ہے۔ ہر چیز خدا کی ملکیت ہے۔ اور انسان زمین پر خدا کا نائب ہے۔ اور یہاں کا مال و دولت اس کے پاس امانت کے طور پر ہے۔ خالق کے بنائے ہوئے طریقے پر عمل کرنا انسان پر واجب ہے۔ اس کے لیے یہ اشد ضروری ہے کہ وہ ضروریات کی فراہمی کے لیے صرف وہی طریقے استعمال کرے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حلال قرار دیا ہے۔ انسان اپنے ہر عمل کے لیے خدا کے سامنے جواب دہ ہے۔ اسے کامل یقین ہے کہ موت کے بعد بھی زندگی ہے اور قیامت کے روز اسے خدا کے حضور اپنے اعمال کا حساب دینا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے کوئی بات چھپی ڈھکی نہیں ہے۔ وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ اور جانتا ہے۔ یاد رہے کہ انسان صرف اسی یقین کے ساتھ حلال و حرام کا فرق محسوس کرتا ہے۔ معاشی نظام میں کسی کے ساتھ زیادتی کرنا۔ اس کا حق مارنا مکاری سے کام لینا بُرے اعمال ہیں۔ اور خدا کے نزدیک گنہ پسندیدہ نہیں۔ تجارت اور معاش کے شعبوں میں یہ احساس برابر کارفرما رہنا چاہیے کہ جوا، ڈاکہ ملاوٹ، سمگلنگ، چور بازاری اور اخلاق کو خراب کرنے والے دوسرے کاروبار سراسر ناجائز ہیں۔ صرف وہی دولت حلال ہے جو جائز ذریعے سے کمائی گئی ہو۔

جائز ذریعے سے کمائی ہوئی دولت پر کمانے والے کا حق ملکیت مسلم ہے۔ لیکن اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا کہ مسلمان دولت پر سانپ بن کر بیٹھ جائے۔ دولت کو اس طرح تجوری میں بند کرے کہ گردش زر میں رکاوٹ پیدا ہو یا پھر صاحب دولت عیش پسند ہو کہ طرح طرح کی برائیوں کا شکار ہو۔ حکم یہ ہے کہ تمہارے پاس ضرورت سے زیادہ جو مال بھی ہو اسے غریبوں میں تقسیم کر دو۔ تاکہ ان کی ضرورتیں پوری ہو سکیں۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں۔

ویسئلونک ماذا ینفقون قل ما	اور وہ تم سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں
انفقتم من خیر (القرآن)	کہو کہ جو ضرورت سے بچ رہے۔

حلال کی کمائی سے جائز طریقوں سے خرچ کرنے کے باوجود اگر مال مسلمان کے پاس بچ جاتا ہے اور سال بھر تک اس کے قبضے میں پڑا رہتا ہے۔ تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ پس بچے ہوئے مال و دولت سے اڑھائی فی صد رقم نکال کر سوسائٹی کے حوالے کرنا ضروری ہے۔ اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں زکوٰۃ ایک اہم رکن ہے اور ہر صاحب حیثیت شخص کے لیے زکوٰۃ ادا کرنا مذہبی فریضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

خذ من اموالھم صدقۃ	کہ ان اموال میں سے زکوٰۃ وصول کر جو انہیں
تطھرھم وتزکیھم بھا (القرآن)	پاک کر دے اور جس کے ذریعے سے ان کا تزکیہ ہو۔

زکوٰۃ معاشرہ کے امیر طبقے سے وصول کی جاتی ہے۔ اور غریب طبقے میں تقسیم ہوتی ہے۔ زکوٰۃ سے گردش زر کا عمل جاری رہتا ہے۔ اور دولت کے چند ہاتھوں میں سمٹ جانے کا امکان نہیں رہتا۔

سرمایہ دارانہ نظام میں سودی کاروبار کے ذریعے دولت سمٹ کر چند سرمایہ داروں کے پاس جمع ہو جاتی ہے۔ دولت کی گردش کم ہو جاتی ہے اور عوام کی قوت خرید بھی اسی نسبت سے کم ہوتی ہے اس سے کساد بازاری کا دور دورہ ہو جاتا ہے۔ اس صورت حال میں نقصان غریبوں کو ہوتا ہے۔

اسلام نے اسی لیے سود کو حرام قرار دیا ہے۔ سود ادا کر کے قرض لیا جاتا ہے۔ حالانکہ قرض کی ایک ہی صورت جائز ہے اور وہ ہے قرض حسنہ اور اگر قرضدار تنگ دست ہو یا اس کی حالت درست نہ رہے تو پھر قرض کو معاف کر دینے کی تلقین بھی کی گئی ہے۔ اس کے بارے میں کلام پاک میں بہت واضح الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ فرمایا۔

وان کان ذو عسرۃ فنظرۃ الی میسرۃ وان تصدقوا خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ (القرآن)

کہ اگر قرضدار تنگ دست ہو تو اسے کشائش تک مہلت دو اور اگر بخشش دو تو وہ تمہارے لیے زیادہ اچھا ہے۔ بشرطیکہ تم سمجھو۔

سودی کاروبار ہر حالت میں قرآن نے ممنوع قرار دیا ہے معاشرے سے سود کو خارج کرنے سے معاشی نظام کی بہت سی خرابیوں کا علاج ممکن ہے۔

اسلام کے معاشی نظام کے یہ چند بنیادی اصول ہیں جن پر عمل پیرا ہو کہ کوئی معاشرہ بھی اپنے آپ کو بہتر بنا سکتا ہے۔ دولت جائز وسیلوں سے کمائی جائے۔ اس کے ارتکاز کو روکا جائے۔ اسلام کی تعلیم کے موافق ان طریقوں پر عمل ہوتا رہے۔ جن سے گردش زر ہوتی رہتی ہے اور دیانت داری کو کام میں لایا جائے تو معاشرے کی حالت سدھر جاتی ہے۔ زکوٰۃ۔ صدقات اور وراثت کے قوانین سے سوسائٹی میں توازن اور استحکام پیدا ہوتا ہے۔ سٹے بازی۔ جوا۔ سود۔ غلے کی گراں فروشی۔ اجناس میں ملاوٹ اور دوسری کئی برائیاں اخلاقی اصولوں کی مدد سے بہ آسانی دور ہو سکتی ہیں۔ اسلام کے معاشی نظام کی مدد سے ہم اپنے معاشرے کو صحیح معنوں میں ایک ترقی یافتہ معاشرہ بنا سکتے ہیں۔ جس میں کسی پر ظلم وستم کا امکان نہ رہے اور سب لوگ اپنی معاشی ضرورتیں پوری کر کے خوشحال اور کامیاب زندگی بسر کر سکیں۔